شکرِ نعمت - ایک بڑی عبادت

جس سے اکثر لوگ غافل ہیں

تالیف

مولانا شمس الحق ندوی

(مدیر مسئول تعمیر حیات)

ناشر

ایچ - یم، حسین ٹرسٹ

H. M. Husain Trust

Email: hmhamuwash@yahoo.com

Cell: +91 7095168679

جملہ حقوق محفوظ

طبع اول

رجب المرجب ۱۴۳۸ھ   اپریل ۲۰۱۷ء

نام کتاب: .... شکرِ نعمت۔ایک بڑی عبادت

تالیف: .... مولانا شمس الحق ندوی

تعداد اشاعت: .... دو ہزار

کمپوزنگ: .... عاقب حامد، لکھنؤ

صفحات: ۱۶

قیمت: .... ہدیہ منجانب ایچ۔ یم حسین ٹرسٹ

باہتمام:

انجینئر محمد عثمان حیدرآبادی

انتساب:

والدین ماجدین مولانا شمس الحق ندوی

ملنے کے پتے

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، لکھنؤ- 0522-2741539

دارِ عرفات، تکیہ کلاں رائے بریلی- 09807240512

ناشر

ایچ۔یم، حسین ٹرسٹ

H. M. Husain Trust

Email: hmhamuwash@yahoo.com

Cell: +91 7095168679

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض ناشر

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم ! اما بعد

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے انسانیت پر بے حساب انعامات ہیں اور یہ تمام انعامات بن مانگے ملے ہیں۔ اس لئے فرض بنتا ہے کہ ہم پروردگار عالم کا ان انعامات کے لئے شکر ادا کریں۔

مولانا شمس الحق ندوی مدظلہ نے ''شکر نعمت۔ ایک بڑی عبادت'' تحریر فرما کر ہم سب کی یاددہانی فرمائی ہے کہ ہم ہر وقت، ہر حالت میں رب العزت کا شکر ادا کریں کہ آقائے کائنات نے ہم سب کو یہ نعمتیں عطا فرمائی۔ جزاک اللہ خیر۔

نانی جان رحمۃ اللہ علیھا نے کیا خوب کہا ہے

شکر اس کا کریں نہ کیوں بہتر جو کہ ہر لحظہ مہرباں ہوئے
تسلی دی مجھے اس نے اسی دم گئی در پر میں جب اس کبریاء کے(۱)

ہم سب حضرات اور خواتین کے شکر گذار ہیں جنہوں نے اس کتابچہ کی

---

(۱) محترمہ سیدہ خیر النساء بہتر صاحبہ رحمۃ اللہ علیھا مصنفہ ''دعا اور تقدیر''

نشریات میں نصرت فرمائی اور پروردگار سے التجاء ہے کہ ہم سب کو بہتر سے بہتر جزا عطا فرمائے۔ آمین

طالب دعا
انجینئر محمد عثمان حیدرآبادی
ناظم ایچ۔ یم۔ حسین ٹرسٹ

شکرِ نعمت۔ایک بڑی عبادت جس سے اکثر لوگ غافل ہیں

نعمت ایمان

اللہ کے مومن بندے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کو اپنا کارساز حقیقی تسلیم کیا اور یہ مانا اور یقین کیا کہ ایک دن اس کے سامنے حاضر ہونا اور اپنے اچھے برے کا حساب دینا ہے یہ دولت ایمان ان سارے انعاموں میں سب سے بڑا انعام ہے جو انسانوں کو عطا ہوئے ہیں، کیا اس عظیم انعام کا یہ تقاضا نہیں کہ بندۂ مومن سراپا شکر و سپاس بن کر اپنے آقا کے اشاروں پر چلے اور اس نعمت کی قدر کو پہچانے؟ اور شکر گزاری کی عبادت، اپنا شعار بنائے۔

فرقِ مراتب میں حکمت خداوندی

رب کریم نے بندوں میں فرق مراتب رکھا، کسی کو مال و دولت دیا، کسی کو فقیر ومحتاج کیا، کسی کو صحیح سالم بنایا، کسی کو اندھا، لنگڑا اور اپاہج بنایا کہ دیکھیں مال والا مال کی نعمت کا شکر ادا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے غریب وفقیر بندے کی مدد کرتا ہے کہ نہیں۔

امیر غریب کو دیکھ کر خدا کی دی ہوئی نعمت، مال پر شکر ادا کرتا ہے یا فقیروں اور غریبوں کو حقیر سمجھتا ہے، فقیر اپنی فقیری پر ماتم کرتا ہے یا اندھے اور لنگڑے کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتا اور شکر ادا کرتا ہے کہ میرے پاس مال نہیں، نہ سہی لیکن میں آنکھوں سے دیکھ تو سکتا ہوں، پاؤں سے چل تو سکتا ہوں کہ حصولِ رزق کے لئے ہاتھ پاؤں ماروں، یہ بے چارہ اندھا اور لنگڑا تو یہ بھی نہیں کر سکتا، پھر اس کی زبان سے بے اختیار نکلے کہ مالک! تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھ کو چلنے اور دیکھنے کی نعمت سے نوازا ہے، تیرا یہ بندہ تو دیکھنے اور چلنے سے بھی معذور ہے۔

واقعہ مشہور ہے کہ شیخ سعدیؒ کے پاس جوتا نہیں تھا، وہ جوتا خریدنے کے لئے نکلے تو ایک لنگڑے پر نظر پڑی تو وہ راستے سے ہی واپس آ گئے اور خدا کا شکر ادا کیا کہ میرے مالک میرے پاس جوتا نہیں، میں پاؤں سے چل تو سکتا ہوں، تیرے اس بندے کے پاس تو پاؤں ہی نہیں، وہ تو چلنے سے بھی معذور ہے، کوئی خطرہ ہو، مصیبت و پریشانی، بارش و طوفان آ جائے تو بے چارہ بھاگ کر پناہ بھی نہیں لے سکتا، میرے آقا! تیرا ہزار ہزار شکر ہے کہ تو نے مجھ کو چلنے کے قابل بنایا۔

ایسے ہی ایک انسان اندھا نہیں تھا، اندھا ہو گیا، لنگڑا نہیں تھا، لنگڑا ہو گیا، مگر اللہ تعالیٰ نے اس کو نیک اولاد دے رکھی ہے، مال و اسباب کی دولت سے نوازا ہے، کیا اس اندھے اور لنگڑے پر شکر واجب نہیں کہ مولیٰ! تو نے آنکھ لے لیا، پاؤں لے لیا، مگر مال و اولاد دے رکھا ہے جو ہر طرح ہماری خدمت کرتے ہیں، مالک تیرا شکر ہے، تیرے کتنے اندھے اور لنگڑے بندے ہیں جن کو سہارا دینے والا کوئی نہیں۔

اسی لئے حدیث شریف میں آتا ہے کہ دنیا کے معاملہ میں اپنے سے نیچے والے کو دیکھو تاکہ جو نعمتیں حاصل ہیں ان پر شکر ادا کرو اور دین کے معاملہ میں اپنے سے اونچے والے کو دیکھو تاکہ عبادت اور فکر آخرت کا شوق پیدا ہو۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے خلیفہ ڈاکٹر عبدالحیؒ نے حضرت کو خط لکھا، خط میں اپنی کچھ پریشانیوں کا ذکر کیا اور دعا کی درخواست کی، حضرت تھانویؒ نے جواب میں تسلی دینے اور دعا وغیرہ کی بات لکھنے کے بجائے لکھا کہ ''تم نے خط میں اپنی پریشانیوں کا تو ذکر کیا مگر یہ نہ ذکر کیا کہ تم پر اللہ تعالیٰ کے کیا کیا انعام ہیں''، اس جواب کا پڑھنا تھا کہ ڈاکٹر صاحب کی آنکھیں کھل گئیں اور شکر ادا کیا کہ میرے مولیٰ مجھ پر تیرے ایسے انعامات ہیں جو دوسروں پر نہیں''۔

خط کا مقصد یہ نہیں کہ دعا کی درخواست نہ کی جائے بلکہ یہ تنبیہ کرنی مقصود ہے کہ شکوہ سے زیادہ شکر کی فکر کرو کہ راضی بہ رضائے مولیٰ رہنا سب سے بڑی عبادت ہے، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے فضائل صدقات میں 'روض' کے حوالہ سے ایک حیرت انگیز واقعہ نقل فرمایا ہے جس کو پڑھ کر آنکھیں کھل جاتی ہیں اور سر ندامت سے جھک جاتا ہے کہ ہمارا ایمان وتوکل تو محض زبانی ہے۔

حضرت عتبہؒ غلام کہتے ہیں کہ میں بصرہ کے جنگل میں جا رہا تھا، وہاں کھیتی باڑی کرنے والوں کے خیمے لگے ہوئے تھے، ایک خیمہ میں ایک مجنونہ لڑکی تھی، میں نے سلام کیا، اس نے جواب نہ دیا بلکہ عشق خداوندی میں ڈوبے ہوئے چند اشعار پڑھے، میں نے اس کے کھیتوں کی طرف اشارہ کرکے پوچھا یہ کھیتی کس کی

ہے؟ کہنے لگی: اگر صحیح سالم رہی تو ہماری ہے۔

اس کے بعد میں دوسرے خیموں کی سیر کرتا رہا، اتنے میں بہت زوروں کی بارش شروع ہوگئی اور آسمان ایسا ٹوٹ کر برسا کہ کھیتیاں سب ڈوب کر برباد ہوگئیں، اس لڑکی کے کھیتی بھی برباد ہو چکی تھی، مجھے خیال ہوا کہ چل کر دیکھوں اس لڑکی پر کیا اثر ہے، میں پہونچا تو دیکھا وہ کھڑی کہہ رہی ہے: قسم ہے اس پاک ذات کی جس نے اپنے خالص محبت کا کچھ حصہ میرے دل میں رکھ دیا ہے، میرا دل تجھ سے راضی رہنے میں بالکل پختہ ہے، پھر وہ میری طرف متوجہ ہو کر کہنے لگی: دیکھو جی! اسی نے تو یہ کھیتی جمائی، اسی نے اس کو سیدھا کھڑا کیا، اسی نے اُس میں بالیں لگائیں، اسی نے ان بالیوں میں غلہ پیدا کیا اور ہر طرح سے اس کی حفاظت فرمائی، اور جب کاٹنے کا وقت آیا تو اسی نے اس کو ضائع کر دیا، یہ کہہ کر اس نے آسمان کی طرف منھ کر کے کہا کہ یہ ساری مخلوق تیرے بندے ہیں اور ان سب کی روزی تیرے ذمہ ہے تو جو چاہے کر، مختارِ کُل ہے، میں نے اس لڑکی سے پوچھا کہ کھیتی کی بربادی پر تجھے کس طرح صبر آ گیا، کہنے لگی عتبہ چپ رہو میرا مالک بڑا غنی ہے، بڑا قابل تعریف ہے۔ اس کی طرف سے ہمیشہ نئی روزی ملتی رہی، تمام تعریفیں اس پاک ذات کے لئے ہیں جو میرے ساتھ میری خواہش سے بہت زیادہ انعام فرماتا رہا، عتبہ کہتے ہیں کہ مجھے جب بھی اس کی حالت اور باتیں یاد آتی ہے بے اختیار رونا آجاتا ہے۔ (فضائل صدقات)

اسی طرح ایک اور حیرت انگیز واقعہ ایسی ہی ایک خدا رسیدہ باندی کا مذکور ہے جس کو پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی ہر نیک توفیق پر بہت ہی شکر گزار ہونا چاہیے۔

مشہور بزرگ حضرت عطاؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن بازار گیا، وہاں ایک باندی فروخت ہو رہی تھی جو دیوانی بتائی جاتی تھی، میں نے اس کو سات دینار میں خرید لیا اور اپنے گھر لے آیا، جب رات کا کچھ حصہ گزرا تو میں نے دیکھا کہ وہ اٹھی، وضو کیا، اور نماز شروع کردی اور نماز میں اس کی یہ حالت تھی کہ روتے روتے اس کا دم نکلا جاتا تھا، نماز کے بعد اس نے مناجات شروع کی اور کہنے لگی: اے میرے معبود! آپ کو مجھ سے محبت رکھنے کی قسم، مجھ پر رحم فرما، میں نے اس سے کہا: اس طرح نہ کہو، یوں کہو کہ مجھے تجھ سے محبت رکھنے کی قسم، یہ سن کر اس کو غصہ آگیا اور کہنے لگی: قسم ہے اس ذات کی کہ اگر اس کو مجھ سے محبت نہ ہوتی تو تجھے میٹھی نیند نہ سلاتا، اور مجھے یوں نہ کھڑا رکھتا، پھر اوندھے منہ گر گئی اور کچھ اشعار پڑھے جن کا مطلب یہ ہے کہ: بے چینی بڑھتی جارہی ہے اور دل جلا جارہا ہے، اور صبر جاتا رہا ہے اور آنسو بہہ رہے ہیں، اس شخص کو کس طرح قرار آسکتا ہے، جس کو عشق وشوق اور اضطراب سے چین ہی نہیں، اے اللہ! اگر کوئی خوشی کی چیز ہو تو اس کو عطا فرما کر مجھ پر احسان فرما، اس کے بعد بلند آواز سے یہ دعا کی کہ اے اللہ! میرا اور آپ کا معاملہ اب تک پوشیدہ تھا، اب مخلوق کو خبر ہو چلی، اب مجھے اٹھا لیجیے، یہ کہہ کر زور سے ایک چیخ ماری اور مر گئی۔ (فضائل نماز)

ایک شخص بیمار رہتا ہے، اس کو کچھ شکایات رہتی ہیں، نزلہ زکام ہے، معدہ کی شکایت ہے، کبھی کبھی بخار آجاتا ہے، کمزوری کا احساس رہتا ہے، لیکن یہ چلتا پھرتا رہتا ہے، فرائض وعبادات بھی ادا کرتا ہے، اپنے کام کاج بھی کرلیتا ہے یہی شخص جب اسپتال میں جاکر اس مریض کو دیکھے جس کی ناک میں نلکی لگی ہے، ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے ہیں، گلوکوز چڑھ رہا ہے تو بے ساختہ زبان سے نکلے گا:

میرے مالک! تیرا شکر ہے تو نے مجھے اس سخت بیماری سے بچایا، اسی وجہ سے بعض اللہ کے نیک بندے جب آخرت سے غفلت اور اعمال میں کوتاہی محسوس کرتے تو وہ اسپتال یا قبرستان چلے جاتے اور وہاں کے مناظر سے آخرت کی یاد تازہ کر کے عمل میں لگ جاتے، بندوں کے مختلف درجات اور امیری غریبی، رنگ ونسل، شکل وصورت، کام اور پیشہ میں فرق اسی لیے رکھا کہ اللہ تعالیٰ ان کے صبر و شکر کو جانچے، چنانچہ فرمایا:

"وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيمَا آتَاكُمْ"۔

لوگ اپنے کاروبار میں لگے ہوئے ہیں، خرید وفروخت، لین دین جاری ہے، وہ اتنے مشغول ہیں کہ کھانے تک کو ہوش نہیں، اسی حال میں مسجد کے مناروں سے اذان کی آواز بلند ہوتی ہے، اذان سنتے ہی کچھ لوگ مسجد کی طرف چل پڑتے ہیں، اطمینان سے نماز پڑھ کر پھر اپنے کاروبار کی طرف لوٹتے ہیں اور ایسے بے شمار لوگوں پر نظر پڑتی ہے جن پر نہ اذان کا کوئی اثر نہ نماز کا کچھ خیال، کیا ایسے میں مسجد سے لوٹنے والے والوں کو اللہ تعالیٰ کا شکر نہ ادا کرنا چاہیے کہ: میرے مالک! تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے نماز پڑھنے کی توفیق دی، یہ تو اتنی بڑی نعمت ہے کہ دوسری تمام نعمتیں اس کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتیں، مگر افسوس کہ آج اس نعمت کی طرف سے سب سے زیادہ غفلت برتی جارہی ہے، حالانکہ بندۂ مومن کو سب سے زیادہ اس نعمت پر شکر گزار ہونا چاہیے، حضرت شاہ علم اللہ حسنیؒ تکیہ کلاں رائے بریلی کے ۳۲ سالہ صاحبزادہ میاں ابوحنیفہ انتقال فرما گئے، خاندانی بزرگوں سے سنا ہے کہ تجہیز وتکفین سے فارغ ہونے کے بعد حضرت شاہ صاحبؒ نے پانچ روپے کی مٹھائی منگائی اور اس خوشی میں تقسیم فرمایا کہ صاحبزادہ

کا انتقال ایمان پر ہوا۔

انسان اپنی مرضی اور خواہش کے پورے نہ ہونے پر افسوس کرتا ہے، لیکن اگر اسی وقت خدا کے دوسرے ان بندوں کے دیکھے جو نہایت بیچارگی کی زندگی گزار رہے ہیں، دھوپ اور گرمی میں محنت مزدوری کر رہے ہیں، کچھ تو ایسے ہیں کہ ہاتھ پاؤں سے معذور دھوپ میں پڑے بلک رہے ہیں، لوگ دیکھتے اور گزر جاتے ہیں، کوئی سائیکل اور کوئی موٹر سائیکل پر گزر جاتا ہے، کوئی زناٹے بھرتی ہوئی کار پر گزر جاتا ہے لیکن اس غریب کو دیکھ کر ذرا بھی عبرت حاصل نہیں کرتا۔

کسی بھی بڑے شہر کے جس راستہ سے بھی آدمی گزرے، اونچ نیچ کا ہر نمونہ سامنے آجاتا ہے، زندگی اپنے ہر روپ میں دکھائی دیتی ہے، اونچی اونچی کوٹھیوں اور شاندار فلیٹوں کے نیچے جھونپڑیوں کا منظر، پلاسٹک کے ذرا سے سائبان میں پورا خاندان زندگی بسر کر رہا ہے اور کچھ تو ایسے ہیں جن کو یہ بھی نصیب نہیں، دن بھر محنت مزدوری کرنے کے بعد رات کو فٹ پاتھ پر سو رہتے ہیں، یہ سب ہیں تو ایک ہی خدا کے بندے، اس عبرتناک منظر کے باوجود جب فلیٹ اور کوٹھی والے سے ملئے تو کچھ شکایتوں اور مشکلات کا ذکر ضرور کرے گا، یہ کوٹھی والا اگر عبرت کی نظر سے دیکھے، اور فٹ پاتھ والوں کے حالِ زار پر ذرا غور کرے تو بے اختیار زبان سے نکلے: ''اللّٰھم لك الحمد ولك الشكر'' مالک تیرا شکر واحسان ہے کہ تو نے ہم کو بڑے مزے کی زندگی نصیب فرمائی، اگر تو مجھے بھی فٹ پاتھ پر رکھتا تو میں کیا کر سکتا تھا ''اللّٰھم أعيني ذكرك وشكرك وحسن عبادتك'' (اے ہمارے مالک! تو اپنی یاد، اپنا شکر اور اچھی عبادت کرنے میں ہماری مدد کر)، ایسے ہی جھونپڑی اور فٹ پاتھ والا جب اسپتال میں

تڑپتے ہوئے بیمار کا خیال لائے تو بے اختیا بول اٹھے: مالک تیرا شکر ہے کہ میں درد و بیماری سے بچا ہوا ہوں، اچھا تندرست ہو، کھا پی رہا ہوں، ہنس بول رہا ہوں، محنت مزدوری کی قوت حاصل ہے، یہ اپنا پسینہ پوچھتا ہوا مسجد جاتا ہے، وضو کرتا ہے، نماز پڑھتا ہے اور خدا کا شکر ادا کرتا ہے، یہ پنج وقتہ نماز شکر ہی کی ایک شکل ہے جس کو سیرت نگار علامہ سید سلیمان ندویؒ اس طرح بیان فرماتے ہیں:

''نماز کی روحانی غرض وغایت یہ ہے کہ اس خالقِ کل، رازق عالم، مالک الملک، منعم اعظم کی بے غایت بخششوں اور بے پایاں احسانوں کا شکر ہم اپنے دل اور زبان (اور جوارح) سے ادا کریں تا کہ نفس و روح اور دل و دماغ پر اس کی عظمت و کبریائی اور اپنی عاجزی و بیچارگی کا نقش بیٹھ جائے، اس کی محبت کا نشہ رگ رگ میں سرایت کر جائے، اس کے حاضر و ناظر ہونے کا تصور نا قابل زوال یقین کی صورت میں اس طرح قائم ہو جائے کہ ہم اپنے ہر دلی ارادہ و نیت اور ہر جسمانی فعل و عمل کے وقت اس کی ہوشیار و بیدار آنکھوں کو اپنی طرف اٹھا ہوا دیکھیں جس سے اپنے برے ارادوں پر شرمائیں اور ناپاک کاموں کو کرتے ہوئے جھجکیں، اور بالآخران سے بالکل باز آجائیں''۔[خطبات مدارس]

کسی بھی شہر میں جایئے، تھوڑے سے فرق کے ساتھ یہ سارے نمونے نظر آئیں گے، اونچ نیچ، امیر و غریب تندرست و بیمار نیز دنیا کے مختلف جھمیلوں میں پریشانیوں کی مثالیں بے شمار ہیں، جو کچھ اوپر لکھا گیا، عبرت و سبق حاصل کرنے کے لیے کافی ہے، کُل کا حاصل یہ ہے کہ شکرِ نعمت خود بہت بڑی عبادت ہے جس سے عام طور پر غفلت برتی جاتی ہے بلکہ اس کو عبادت سمجھا ہی نہیں جاتا، حالانکہ اللہ تعالیٰ خود فرما رہا ہے: لئن شکرتم لأزیدنکم و کفرتم ان عذابی لشدید

(اگر شکر کروگے تو میں تمہیں زیادہ دوں گا، اور اگر ناشکری کروگے تو (تو یاد رکھو کہ) میرا عذاب (بھی) سخت ہے)۔

کوئی دوست اپنے محبوب ترین دوست کو جب کوئی ہدیہ اور تحفہ دیتا ہے تو جو سب سے عمدہ چیز ہوتی ہے وہی دیتا ہے، نبی پاک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے بڑی محبت تھی، ایک دن دونوں حضرات ایک ہی سواری پر سوار کہیں تشریف لے جارہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''معاذ! میں تم سے محبت کرتا ہوں تو کو کچھ کلمات بتاتا ہوں ان کو پڑھا کرو، وہ کلمات یہ ہیں: ''اللّٰهم أعینی علی ذکرك و شکرك و حسن عبادتك'' اس دعا میں شکرِ نعمت کی بھی درخواست ہے، اس میں بڑی کوتاہی کی جاتی ہے، آدمی ہر وقت شکوہ شکایت تو کرتا رہتا ہے، اپنی تکلیفیں اور پریشانیاں بیان کرتا رہتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ کے اس پر کیا کیا انعامات ہیں، ان کو بھول جاتا ہے، شکر کی عبادت سے اکثر محرومی رہتی ہے حالانکہ شکر نعمت خود بہت بڑی عبادت ہے، اللہ رب العزت کو خوش کرنے والی چیز ہے۔

یہ بڑی انسانی کمزوری ہے کہ جو چیزیں اور نعمتیں آسانی سے حاصل ہوجاتی ہیں ان پر شکر کے جذبات میں جو کیف ہونا چاہیے وہ نہیں ہوتا شاید اسی انسانی کمزوری کے مدنظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو شکر نعمت کو دھیان میں رکھنے کی یہ دعا بتائی۔

مثال کے طور پر ایک شخص ایرکنڈیشن میں بیٹھا ہوا ہے، پانی پینے کا تقاضا ہوتا ہے، ٹھنڈا پانی کولر سے نکالتا ہے اور پی کر گلاس رکھ دیتا ہے، پھر اپنے کام میں لگ جاتا ہے، خیال نہیں آتا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی نعمت سے فائدہ

اٹھایا، ایک دوسرا شخص دھوپ اور گرمی میں کام کر رہا ہے، پسینہ میں شرابور ہے، پیاس سے ہونٹ سوکھ گئے ہیں، بات کرتا ہے تو زبان تالو سے چپک جاتی ہے، بات کرنا مشکل ہوتا ہے، یہ شخص جب کہیں سایہ میں بیٹھا ہے اور پانی کا گلاس مل جاتا ہے تو پانی کا پہلا گھونٹ حلق سے نیچے اترتے ہی صرف زبان ہی سے نہیں بلکہ جسم کے رونئیں سے الحمدللہ نکلتا ہے اور اللہ تیرا شکر ہے کہ الفاظ زبان پر جاری ہو جاتے ہیں، اللہ رب العزت نے رمضان المبارک کے روزے فرض فرمائے ہیں، روزے کی بہت سے حکمتوں، مصلحتوں اور فوائد میں سے ایک یہ بھی ہے کہ غریبوں کا حال امیروں کو معلوم ہو اور وہ غریبوں کا حق پہچاننے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے فقر و فاقہ سے محفوظ رکھا ہے، اسی طرح سے اللہ تعالیٰ کی دوسری تمام نعمتیں ہیں، اگر بندہ ان پر دھیان دے تو شکوہ شکایت کم اور شکر زیادہ ادا کرے۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور نوازشیں بے شمار ہیں، جن میں صحت و عافیت، مال و دولت، علم نافع، نیک توفیق سبھی شامل ہیں، لہٰذا ہر نعمت اور توفیق خیر کا شکر ادا کرنا اہم عبادت ہے، اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پچھلے پہر کی نمازوں میں دیر تک کھڑے رہتے کہ پائے مبارک میں ورم آجاتا اور اس طرح روتے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رہا نہ گیا اور عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ کے اگلے پچھلے گناہ سب معاف فرما دیے گئے ہیں پھر آپ اس طرح کیوں مشقت اٹھاتے ہیں، جواب میں زبان مبارک اس طرح کھلتی ہے: عائشہ! کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

اس لیے بندہ کو چاہیے کہ توفیق خیر نصیب ہو تو اس پر شکر ادا کرے اور نعمت

کی قدر کو پہچانے، یہ بہت بڑی عبادت ہے، ایسی عبادت ہے کہ اس سے اور بھی عبادتوں کی توفیق ملتی جاتی ہے، اور جب نعمت کی ناقدری ہوتی ہے تو توفیق چھن جاتی ہے، اور بہر دو صورت ''لئن شکرتم لأزیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید'' کا ظہور ہوتا ہے۔

شکر نعمت کی عبادت کے سلسلہ میں نیک بندوں کے بے شمار واقعات ہیں، یہاں اب صرف ایک اور واقعہ نقل کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے کہ بات لمبی نہ ہوتا کہ ذہن میں تازہ رہے:

''۱۸۷۶ء کی بات ہے دہلی کے باہر حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے مرقد کے قریب چونسٹھ (۶۴) کھمبے کے نام سے جو عمارت تھی، اس کے سرخ پھاٹک پر ایک عمارت میں حضرت مولانا محمد الیاسؒ کے والد مولانا محمد اسماعیلؒ رہا کرتے تھے، ذکر و عبادت، آئے گئے مسافروں کی خدمت اور قرآن مجید و دین کی تعلیم شب و روز کا مشغلہ تھا، خدمت و تواضع کا یہ عالم تھا کہ جو مزدور بوجھ لادے ہوئے پیاسے ادھر آ نکلتے ان کا بوجھ اتار کر رکھتے، اپنے ہاتھ سے ڈول کھینچ کر ان کو پانی پلاتے، اور پھر دو رکعت نماز شکرانہ ادا کرتے کہ اے اللہ! تو نے مجھے اپنے بندوں کی خدمت کی توفیق دی، میں اس قابل نہ تھا، عام اجتماع و ہجوم کے زمانہ میں پانی اور لوٹوں کا خاص اہتمام رکھتے اور رضائے الٰہی اور قربِ خداوندی کا ذریعہ سمجھ کر خلق خدا کی راحت رسانی اور خدمت میں مشغول رہتے''۔ [مولانا محمد الیاسؒ اور ان کی دینی دعوت]

اچھا ماحول، اچھی تعلیم، اللہ کے نیک بندوں سے ملاقات کا موقع، نیک کاموں میں شرکت کی توفیق، یہ سب اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں، ان کی قدر پہچاننا اور

ان سے فائدہ اٹھانا، ناقدری نہ کرنا ہی ان نعمتوں کا شکر ہے، اللہ تعالیٰ کے شکر کی اس قیمتی عبادت کا ہر وقت خیال رکھنا چاہیے، قدر نہ کرنے سے اللہ تعالیٰ ان نعمتوں کو چھین لیتا ہے، اور ناشکری کی وجہ سے اچھا بھلا آدمی ملحد و بے دین ہو جاتا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ اللہ تعالیٰ کی جو نعمتیں بھی حاصل ہیں، ان کا شکر ادا کرنا وہ عبادت ہے جو برابر آگے بڑھاتی رہتی ہے اور دل میں اللہ رب العزت کی محبت سماتی چلی جاتی ہے جس کی دعا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح فرمایا کرتے تھے: اَللّٰهم اجعل حبك أحب الي من نفسي وأهلي ومن الماء البارد (الٰہی! تو اپنی محبت کو میری جان سے، میرے اہل وعیال سے اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ میری نظر میں محبوب بنادے)۔

بندگانِ خدا کی بھوک پیاس اسی محبت الٰہی کی غذا سے مٹتی ہے اور اسی کے طفیل زندگی کی ہر حالت اور ہر مرحلہ میں ان کے دل کے اندر اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کی اطاعت کا سودا سمایا رہتا ہے اور شکر گزار بندہ کو تکلیف میں بھی وہ لطف ومزہ آتا ہے جو کسی ناقدرے اور ناشکرے کو عیش وعشرت میں بھی نہیں آتا، لوگوں کو دیکھنے میں تو وہ عیش وعشرت ہی ہوتا ہے۔ لیکن اندر سے غیر مرئی عذاب میں مبتلا ہوتا ہے، اسی لیے قرآن کریم میں بار بار شکر کا ذکر کیا گیا ہے اور ایک حدیث میں حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ شکر نصف ایمان ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو شکر کی عبادت کا مزہ نصیب فرما کر اپنے نیک اور مقبولِ بارگاہ بندوں میں شامل فرمائے، (آمین)

مولانا شمس الحق ندوی کا یہ مضمون تعمیر حیات جلد ۵۴، شمارہ ۹، ۱۰/ مارچ ۲۰۱۷ء میں شائع ہوا۔